عمدگی کی دھوم سارے شہر میں مچ گئی۔ راجہ شرینک کی رانی چیلنا کو بھی اس کی خبر ملی تب اس نے راجہ سے خواہش ظاہر کی کہ کم از کم ایک دوشالہ ضرور خرید دو۔ راجہ نے بہتیرا ٹالا۔ لیکن رانی بضد تھی۔ کہ کم از کم ایک دوشالہ ضرور خرید دو۔ کیونکہ آخر آپ سے ہم نہ مانگیں تو کس سے مانگیں؟ آخر راجہ نے سوداگروں کو بلا کر ایک دوشالہ مانگا۔ تو انہوں نے تبلایا کہ وہ نو سالہ دلوی بھدرا نے خرید لئے تھے۔ راجہ اس گھرانے کی دولت مندی۔ فراخدلی اور شاہ خرچی اور ذوق سلیم کی بابت سنکر بڑا حیران ہوا۔ اور خوش بھی ہوا حیران اس لئے کہ اس کے اپنے پاس اتنی دولت نہ تھی جتنی اس گھرانے کے پاس تھی، اور خوش اس لئے کہ اس کی سلطنت میں ایسا امیر گھرانا ہے۔ آج کل کے راجوں کی حالت نہ تھی کہ جنہیں ایسے امیروں کا حال سنکر پیٹ میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب تک اس کی دولت نہ چھین لیں چین نہیں پڑتا۔ چنانچہ راجہ نے اپنے ایک وزیر معہ سوداگروں کے بھدرا سے ایک دوشالا خرید لے کو بھیجے۔ بھدرا نے کہا کہ ایسی معمولی چیز کے خریدنے کی کیا بات ہے۔ حاضر جب راجہ کو ضرورت ہے لیکن افسوس ہے کہ آپ دیر سے آئے۔ وہ دوشالے تو میری بہوؤں نے پہن پہنا کر ادھر ادھر پھینک دئے ہیں۔ اور اب تو گھر میں ایک بھی سالم دوشالہ ٹھیک حالت میں نہیں ہے۔ راجہ کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو وہ اور بھی حیران ہوا۔ اور اس گھرانے کی ایسی شاہ خرچی کی تعریف کرنے لگا۔

راجہ تو خوش ہو رہا تھا لیکن رانی چیلنا کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس سے نہ رہا گیا اور اس نے طنزاً راجہ کو کہا کہ آپ میں تو اتنا بھی دل گردہ نہیں کہ ایک دوشالہ خرید لیتے۔ دوسری طرف بھدرا کو دیکھو کہ اس نے سارے کے سارے دوشالے خرید لئے تھے۔ معاف فرمائیے۔ آپ کی شان تو اپنی رعایا کے ایک خاندان کے برابر بھی نہیں۔ رانی کے طنز آمیز کلمات سنکر

ف آجکل بھارت میں پرجا تنتر ہے۔

راجہ صرف مسکرا دیا۔ اس گھرانے کی امیری کا حال سنکر راجہ شالی بھدر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے اسی افسر کو اسے بُلا لانے کو بھیجدیا۔ لیکن بجائے شالی بھدر کے اس کی ماں راجہ کے دربار میں گئی اور کہنے لگی۔ اے راجن! یہ آپ کی بڑی عنایت اور ذرہ نوازی ہے کہ گاہے گاہے آپ اپنی رعایا کے آدمیوں کو قدمبوسی کا موقعہ مرحمت فرماتے ہیں۔ آپ نے آج میرے بیٹے شالی بھدر کو بلوانے کی کرپا کی۔ اس کے لئے ہم آپ کے ازحد ممنون ہیں لیکن میرا بیٹا گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس لئے میں حاضر خدمت ہوئی ہوں فرمائیے ہمارے لئے حضور کا کیا ارشاد ہے؟ ہمارا سارا خاندان آپ کے فرمان بجالانے کو تیار ہے نیز ہم حضور سے التجا کرتے ہیں کہ حضور ہمارے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماکر ہمیں مشکور فرمائیں۔ یہ سُنکر راجہ بڑا خوش ہُوا۔ اور فوراً جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

جونہی راجہ نے جانا منظور فرمایا۔ بھدرا فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور پرنام کرکے واپس گھر کو چلی گئی۔ گھر پہنچ کر اس نے حکم دیا کہ جس راستہ سے راجہ نے آنا ہے وہ سارا راستہ سجایا جائے۔ تمام سڑکوں پر قیمتی جواہرات بکھیر دئے گئے۔ نیز مخمل اور دیگر قیمتی کپڑے سارے راستے میں بچھوا دیئے گئے۔ جہاں جہاں راستہ میں چوکیاں تھیں ان میں موتی جڑے گئے۔ غرضکہ ہر ایک چیز نئی دلہن کی طرح سجائی گئی۔ تب راجہ شرینک کی سواری بھدرا کے مکان کی طرف روانہ ہوئی۔ اور وہ راستہ کی تمام آرائش و سجاوٹ کو دیکھ کر دل ہی دل میں شالی بھدر کی تعریف کرتا جارہا تھا۔ جب وہ اس کے گھر پہنچا تو وہاں کی شان و شوکت دیکھ کر تو وہ ششدر رہ گیا۔ مکان کے اندر ستون سنہری تھے۔ اور ان کے ساتھ زمرد اور پنے کی لڑیاں لٹک رہی تھیں چھت میں ریشمی کپڑا لگا ہُوا تھا۔ اور اس کے کنارے پر قیمتی جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ پر موتیوں سے سوستکا کا نشان بنا ہُوا تھا۔ راجہ

شرینک پر ایک چیز پر حیرانی کی نگاہ ڈالتا ہوا کھویا کھویا سا ہو کر گھر کے اندر داخل ہوا۔ ایک منزل سے وہ دوسری منزل پر گیا۔ دوسری سے تیسری پر اور تیسری سے چوتھی پر جہاں ایک جڑاؤ تخت اس کے بیٹھنے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ بھدرا تب ساتویں منزل پر اپنے بیٹے کو راجہ کی تشریف آوری کی اطلاع دینے گئی۔ لیکن شالی بھدر نے اپنی دولت کے زعم میں کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اپنی ماں سے کہا کہ آپ ہر ایک بات کو اچھی طرح سے سمجھتی ہیں۔ جتنی زیادہ سے زیادہ اس کی قیمت دینی ہے دیدو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سنکر اس کی ماں نے ذرا جوش میں آ کر کہا۔ بیٹا! راجہ کوئی خریدنے کی شئے نہیں۔ تم جانتے ہو ہم گرہستی ہیں۔ اگر دشمن بھی گھر پر آئے تو اس کی خاطر تواضع کرنا ہمارا فرض ہے۔ پھر راجہ تو راجہ ہے۔ وہ ساری سلطنت کا حکمران ہے۔ لوگ راجہ تک رسائی پانے کے لئے ساری ساری عمر کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن انہیں باریابی حاصل نہیں ہوتی۔ تم تو خوش نصیب ہو کہ راجہ خود بہ نفس نفیس چل کر تمہارے ہاں آیا ہے۔ اس لئے تم خود اٹھ کر جاؤ۔ اور راجہ کا آداب بجا لاؤ۔

جب شالی بھدر نے سنا کہ شرینک راجہ ہے اور ایک بڑی سلطنت کا مالک ہے تو اس کے دل میں کچھ گھبراہٹ سی پیدا ہوئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر باوجود اتنا مال و زر رکھنے کے بھی ایک اور انسان مجھ سے بڑا ہے جس کے میں ماتحت ہوں تو یہ ساری دولت بیمعنی ہے۔ لعنت ہے اس سارے خزانہ پر خواہ آدمی کتنا ہی صاحب زر ہو جائے۔ پھر بھی اس دنیا میں کوئی نہ کوئی اس سے بڑا نکل آتا ہے۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ یہ دنیاوی دولت تو گویا ہمارے سر پر بوجھ ہی ہے۔ اس لئے مجھے ایسی دولت تلاش کرنی چاہیئے کہ جس کے حاصل ہو جانے پر انسان کسی سے چھوٹا

نہ رہے۔ اور اس سے کوئی بُرا نہ ہو۔ سوچتے سوچتے اسے اپنے باپ کی یاد آ گئی اور اس نے نتیجہ نکالا کہ اگر اس قسم کی دولت مل سکتی ہے تو محض تیاگ اور ویراگ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ میرے باپ نے کی۔

پھر اُسے خیال آیا کہ اس دنیا کا کارخانہ عجیب ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ طاقتور کمزوروں کو دبا رہے ہیں۔ زندگی ختم کرنے کے لئے موت تیار ہے۔ جوانی کو بڑھاپا گھور رہا ہے۔ خواہشات قناعت کو ختم کر رہی ہیں۔ خدبات سکونِ قلب کو تباہ کر رہے ہیں۔ نیک اوصاف کو حسد اور کینہ کھا رہا ہے۔ حتیٰ کہ امیر و وزیر بلکہ راجہ تک کو دشمنوں کا خوف لگا ہوا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی شے نہیں ہے جسے ایک شخص دوسرے سے چھیننے کی کوشش نہ کرتا ہو۔ جب ایک آقا کو خوش کرنا ہی مشکل ہے تو زیادہ کو خوش کرنا تو ناممکن ہی ہوگا۔ اس لئے مناسب ہے کہ میں اس دنیا سے کنارہ کش ہو کر بھگوان مہاویر کی شرن لوں۔

شالی بھدر کے دل میں خیالات کا یہ تانتا دیر تک لگا رہا۔ اور وہ وہیں کھڑا کھڑا سوچتا رہا۔ جب اس نے خیالات میں غرق رہنے کے باعث کوئی جواب نہ دیا تو ماں نے پھر اُسے کہا "میرے پیارے بیٹے! راجہ بڑی دیر سے تمہارا انتظار کھینچ رہا ہے۔ تم اسے ملنے کیوں نہیں چلتے۔ جب ہم اسکی رعایا گنے جاتے ہیں۔ تو اس کے پاس جانے میں ہم کو کیا تامل ہو سکتا ہے؟"

ماں کا یہ اصرار دیکھ کر شالی بھدر اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنی منشا کے برعکس وہ راجہ کی طرف چلا۔ وہ ساتویں منزل سے اُتر کر چوتھی منزل پر راجہ کے پاس پہنچا۔ ضروری ادب و آداب بجا لایا۔ راجہ خود اُٹھ کر اس سے بغلگیر ہوا۔ اسے پیار کیا۔ اور بڑی محبت سے اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر بات چیت کرنے لگا۔ اگرچہ راجہ بڑے تپاک اور [illegible] سے باتیں کر

رہا تھا لیکن شالی بھدر نے کنگے سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ یہ دیکھ کر بھدرا اپنے بیٹے کی حالت کو بھانپ گئی۔ اور اس نے راجہ سے کہا کہ اسے جانے دیجئے۔ اور راجہ نے اسے اجازت دے دی۔ وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور پھر اسی مسئلہ پر غور کرنے لگا۔ جس پر وہ چند منٹ پیشتر سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔

"میرا خیال تھا کہ میں آزاد ہوں۔ اور کسی لحاظ سے کوئی بھی انسان میرے سے افضل و اشرف نہیں ہے۔ لیکن آج مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ میں خود مختار نہیں ہوں اور کہ کوئی اور بھی مجھ سے بالاتر ہے۔ دھکا ہے میری اس بے اندازہ دولت پر کہ جو مجھ کو خود مختار بھی نہ بنا سکی معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری ماتحتی بھی میرے کرموں کا ہی پھل ہے۔ لیکن افسوس کیوں کروں۔ ابھی سارا وقت نہیں نکل گیا۔ مجھے لازم ہے کہ میں تمام دُنیا وی لذات کو لات مار کر تپسیا میں لگ جاؤں۔ اور اپنے کرموں کا سارا کھاتہ چکا دوں۔ اب تک تو میں غفلت میں پڑا رہا۔ اب یہ بات مجھ پہ واضح ہو گئی ہے کہ یہ دُنیا عیش گاہ نہیں ہے بلکہ یہ تو کرم کشیتر ہے۔ اب میں محسوس کرتا ہوں کہ منشیہ جنم کئی جنموں کی کوشش کے بعد ملتا ہے۔ اور یہ اپنے کرموں کا حساب بیباق کرنے کے لئے حاصل ہوتا ہے۔ یہ انسان کی کتنی حماقت ہے۔ کہ منشیہ جنم پا کر بھی وہ ریاضت وعبادت کے ذریعہ اپنے کرموں کا خاتمہ نہیں کرتا۔ بلکہ دُنیاوی عیش و عشرت میں اپنی زندگی کا ستیاناش کرتا ہے۔ اس قسم کی زندگی گذارنے کی تو وہی مثال ہے کہ جیسے کوئی آدمی صندل کی قیمتی اور خوشبودار لکڑی جلا کر سونے اور زمرد کے بیش بہا برتن میں گھوڑے کی لید اُبالنے لگے بلکہ میں تو کہوں گا کہ پیکرِ انسانی پا کر اپنی زندگی کو محض لذاتِ نفس میں گذار دینا اس سے بھی بدتر ہے۔ انسان کو بے شمار دولت سے

کیا فائدہ ہے؟ اس سے بھی کیا فائدہ اگر وہ ایک ایسی وسیع سلطنت کا شہنشاہ بن جائے ۔ کہ اس کے راجیہ میں سورج کبھی غروب ہی نہ ہو؟ اس سے بھی کیا حاصل اگر وہ دنیا کے اندر اپنے سارے مخالفین کو مغلوب کر کے ان پر فتح حاصل کر لے؟ یا وہ اپنے ۔ اور احباب ، اپنے دوستوں اور تعلقداروں کو اپنے عیال و اطفال کو اپنی دولت سے خوش کر لے ۔ آخر اس سے مل کیا سکتا ہے ۔ اسی طرح سے اگر وہ ہزارہا سال تک جیتا بھی رہے تو اس کا اسے کیا نیک نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ انسان کی تمام دولت طاقت ، شان و شوکت علم اور قابلیت سب لاحاصل ہیں ۔ اگر وہ تپسیا کے ذریعہ اپنے آتما کو منور کر کے خود شناسی نہیں کرتا یعنی اپنی ذات کو نہیں پہچانتا ۔ اپنی آتما کو جانے بغیر دنیاوی زر و مال ایک زہر قاتل ہے ۔ لعل و جواہرات ایک بوجھ ہیں ۔ عقلمندی ایک پاگل پن ہے ۔ اور یہ زندگی کیڑوں مکوڑوں سے بھی بری ہے ۔ اس لئے مجھے ایسی کوشش کرنا چاہیئے کہ میں خود سب سے افضل بن جاؤں اور کوئی میرا حاکم یا افسر نہ رہے ۔"

حسن اتفاق اور خوش نصیبی کی بات دیکھیئے کہ بھگوان مہاویر ان ایام میں اسی شہر میں قیام پذیر تھے ۔ شالی بھدر ان کے درشنوں کے لئے گیا ۔ اور جب بھگوان نے اس کو اپدیش دیا تو چونکہ دنیاوی لذات کے خلاف تو اس کے دل میں پہلے ہی جذبہ جاگ اٹھا تھا ۔ اپدیش کے وچنامرت سننے کے بعد اس نے دیکشا لینے کا فیصلہ کر لیا ۔ وہ گھر میں آیا اور اپنی ماتا سے اس بات کی اجازت طلب کی ۔ ماں کو اپنے بیٹے کا ارادہ جان کر بڑی مایوسی ہوئی ۔ اس نے اسے باز رکھنے کے لئے بہترا سمجھایا ۔ لیکن شالی بھدر کے عزم میں کوئی لغزش نہ ہوئی ۔ شالی بھدر اپنی دھن کا پکا تھا ۔ اب اس نے اپنی بیویوں سے بھی ذکر کرنا مناسب سمجھا ۔ اسے یہ علم تھا ۔ کہ ان کے طبائع و خیالات مختلف ہیں ۔ اس لئے ہر ایک سے علیحدہ

علیحدہ بات چیت کرنی چاہیئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسا کرنے سے وقت تو زیادہ لگ جائیگا۔ لیکن یہی طریقہ مناسب ہے چنانچہ اس نے اپنے دل میں فیصلہ کیا۔ کہ ایک ایک دن ایک ایک پتنی کے پاس لگاکر پھر وہ بھگوان کے چرنوں میں جا پہنچے گا۔ اس کے یہ معنی تھے کہ اس کو کئی دن اپنی پتنیوں کو تسلی دینے اور ان کو سمجھانے میں لگ جاتے تھے۔

شالی بھدر کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام تھا سبھدرا۔ وہ بھی اسی شہر میں بیاہی ہوئی تھی۔ اور اس کے پتی کا نام دھن تھا۔ ایک دن جب وہ اپنے پتی کو اشنان کرا رہی تھی۔ تو اس کے بھائی کے دلی خیالات کے جو ارتعاش کا اثر اس کے من پر بھی ہوا یعنی ان خیالات کی تاروں نے اس کے دل کو متحرک کیا۔ اور سبھدرا کے چہرہ پر اداسی سی چھا گئی۔ سبھدرا کے پتی نے فوراً چہرہ کی اس غیر معمولی تبدیلی کو بھانپ لیا۔ اور اس کا سبب پوچھا۔ تب سبھدرا نے رکے ہوئے گلے سے جواب دیا۔ میرے سوامی! میں نے اچانک اپنے دل میں محسوس کیا ہے کہ میرا بھائی شالی بھدر دیکشا لینے کی تیاری کر رہا ہے۔ وہ ماں کا ایک ہی لال ہے۔ اور اس کے گھر میں کوئی اولاد ہوئی نہیں۔ اگر وہ سادھو بن جائے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ میرے باپ کی نسل ہی ختم ہو گئی۔ میری ماں کافی عمر کی ہو چکی ہے۔ اس کی موت کسی وقت بھی واقع ہو سکتی ہے جب سے میرے بھائی نے راجہ شرینک سے ملاقات کی ہے۔ اس کے دل میں دنیا چھوڑ دینے کا جذبہ زور پکڑ گیا ہے۔ وہ اب اپنی پتنیوں کو ایک ایک کر کے تسلی دے رہا ہے۔ اس کا گھر چھوڑنے کا دن نزدیک آ رہا ہے۔ یہ ساری باتیں سوچ کر میرا دل غمگین ہو گیا ہے۔

اس پر دھن نے اپنی پتنی سے طنزاً کہا کہ تمہارا بھائی بڑا بزدل ہے اگر اس کے دل میں سچا ویراگ پیدا ہو گیا ہے۔ تو وہ اس طرح سے فضول دیر لگا کر اپنا وقت کیوں ضائع کر رہا ہے؟ اگر میں کسی چیز کو برا سمجھوں

بلکہ اُس کو زہر سمجھوں تو پھر اُس کو پرے پھینک دینے میں مجھے کیا تامل ہونا چاہئے
جب اس کا ارادہ دنیا کو چھوڑ دینے اور دیکشا لینے کے لئے پختہ بن چکا ہے
تو اس فضول بہانہ سے کہ وہ اپنی پتنیوں کو راضی کر لے وہ ابھی تک گھر میں
کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ یہ اس کی نادانی اور حماقت ہے۔ پیاری! تیری باتوں
سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تیرے بھائی کے دل میں سچا ویراگ ہی
پیدا نہیں ہوا۔ ورنہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی نہ ٹھہر سکتا تھا۔ جب
کسی کو معلوم ہو جائے کہ وہ آگ کی لپٹیوں کے اندر آیا ہوا ہے تو بھلا
کیا وہ وہیں ٹھیرا رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا
تو تیرے بھائی کا ارادہ ہی نہیں۔ اور اگر ہے تو بالکل کچا۔ سادھو بننا
آسان کام نہیں، یہ لوہے کے چنے چبانا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے کچھ خیال
تو آتا ہے۔ لیکن سادھوؤں کی سخت زندگی بسر کرنے سے اسے خوف آتا ہے؟

اپنے پتی کے یہ الفاظ سبھدرا کو اچھے نہ لگے وہ ذرا جوش میں آ گئی۔ اور
کہنے لگی۔ میرے سوامی! اگر یہ بات ہے تو تم اس دنیا کی دلدل سے فوراً کیوں
نہ نکل کھڑے ہوتے۔ دوسرے کو کہنا اور الزام دینا آسان ہے۔ لیکن اس
پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ نقطہ چینی اور عیب جوئی تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ لیکن
اگر آدمی اپنے آپ کو دوسرے کی حالت میں رکھ کر سارے معاملہ پر غور
کرے تو اس قسم کی نقطہ چینی واجب نہیں ٹھہرتی۔ سوامی جی! آپ نے
فرمایا ہے کہ سادھو بننے کی باتیں کرنا آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا محال ہے
کیا یہ اصول میرے بھائی پر ہی عائد ہوتا ہے؟ یہ اصول تو ساری دنیا کے
لئے ہونا چاہیئے۔ اور آپ بھی اس سے باہر نہیں رہ سکتے؟

جونہی سبھدرا نے یہ الفاظ کہے سیٹھ دھن کے من پر چوٹ لگی۔ وہ
ویراگ ہو گیا۔ اور اس نے فوراً اپنا گھر بار، زر و مال، عیال و اطفال
اور اپنی پیاری پتنی سبھدرا کو ایک تنکے کی طرح چھوڑ کر آن کی آن میں

دیکشا لینے کی تیاری کرلی سبھدرا یہ دیکھ پریشان ہوگئی۔ اس نے تو یہ سب کچھ مذاق سے اور سادھارن طور پر کہا تھا۔ اس کی غرض اپنے پتی کو طعنہ زدگی نہ تھی اور نہ ہی اس نے خیال کیا تھا۔ کہ اس کی باتوں کا یہ اثر ہوگا سیٹھ دھن کی اور بھی بیویاں تھیں۔ جب انہوں نے یہ سارا ماجرا سُنا تو انہوں نے آکر سبھدرا کو کوسنا شروع کیا۔ کہ تم نے اس قسم کی یاوہ گوئی کیوں کی؟ تم نے اپنی زبان کو بے لگام کیوں بنا دیا۔ ان کی یا ہمی باتیں ہی ہو رہی تھیں کہ سیٹھ دھن گھر سے نکل کھڑا ہُوا۔ سبھدرا اس کے پیچھے بھاگی۔ اور اس کے قدموں پر گر کر گڑگڑا کر کہنے لگی "میرے سوامی! اس ابھاگن سبھدرا نے آپ کے دل کو صدمہ پہنچایا ہے۔ اسے معاف کیجئے۔ میں تو محض مذاق کر رہی تھی۔ لیکن آپ نے ان الفاظ کو سنجیدہ طور پر سمجھ لیا۔ یہ تو دنیا میں قاعدہ ہی ہے کہ "از خورداں خطا از بزرگاں عطا" چھوٹے غلطی کر ہی جاتے ہیں۔ اور بڑے معاف کر دیا کرتے ہیں۔ میں آپ سے کمتر ہوں۔ مجھ سے نادانی اور حماقت ہوئی ہے۔ آپ مجھے معاف فرمایئے۔ میں نے بڑی سخت بے وقوفی کی ہے۔ آپ کم از کم اس دفعہ تو ضرور اپنا ارادہ بدل دیجیئے۔ ہاں اگر آپ نے سچ مچ سادھو بننے کا تہیہ کر لیا ہے تو کم از کم آج تو ٹھہر جایئے۔ یہ میری آپ سے دست بستہ التجا ہے۔ کیونکہ اگر آپ آج ہی تشریف لے گئے تو باقی سوتنیں ساری عمر مجھے معاف نہیں کریں گی۔ اور ہمیشہ مجھے مطعون کرتی رہیں گی۔ یہ کہہ کر سبھدرا زار و قطار رونے لگی۔ لیکن چونکہ سیٹھ دھن نے اس دنیا کی فانی دولت کے بدلے جاودانی دولت حاصل کرنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ اس لئے سبھدرا کی اس عاجزانہ گفتگو کا بھی اس کے دل پر کوئی اثر نہ ہُوا۔ اس نے اپنی بیتیوں کو "بہن" کہہ کر پکارا۔ اور ان کو آخری پرنام کی۔ اب تو بازی ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ اور وقت نکل گیا تھا۔ ہاں البتہ اگر اس کی کوئی

بھی تیتی اسے "بھائی" کہہ کر بلاتی۔ تو شاید وہ اس سے کچھ بات چیت کر بھی لیتا۔ لیکن چونکہ سبھدرا اب بھی اسے اپنا پتی تصور کر کے اس سے مخاطب ہو رہی تھی۔ اس لئے اس کے سمجھانے پر بھی اس کی باتیں کوشش سب اکارت گئی۔ دھن کا دل ڈولا، کا نپا ہوا تھا۔ وہ بڑے بڑے طوفان آنے پر بھی اپنے عزم سے ڈل نہ سکتا تھا۔ پرلے کال کے طوفان بھی اسے باز نہ رکھ سکتے۔ پھر بھلا اس کی پتنیوں کی چیخ و پکار کی تو حقیقت ہی کیا تھی۔

سیٹھ دھن اپنے مکان سے باہر نکل گیا۔ اور پھر شالی بھدر اپنے سالے کو پرنام کرنے کے لئے گیا۔ اس کے مکان پر پہنچا۔ شالی بھدر نے اپنے بہنوئی کی آواز شناخت کر لی۔ اور کھڑکی سے نیچے کی طرف جھانکا جب اُن کی آنکھیں دوچار ہوئیں۔ تو سیٹھ دھن نے طنز آمیز باتیں کیں جنہیں سُن کر شالی بھدر کو نیچے آنا پڑا۔ تب سیٹھ دھن نے اس سے کہا "بھائی! میں نے سُنا ہے کہ تم ابدی سرور حاصل کرنے کے لئے دیکشا لینے کا پختہ ارادہ کر چکے ہو۔ پھر اس تاخیر کے کیا معنی؟ اب تم اس دنیا کی پلید و ناپاک لذتوں میں کیوں پھنسے ہوئے ہو؟ تم محض اپنی بیویوں کو سمجھانے میں اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو؟ میرا خیال ہے جتنی جلدی تم گھر سے نکل جاؤ اتنا ہی اچھا ہے۔ ان دنیاوی لذات کو لات مار کر چلے جانا تو حقیقی معنوں میں بہادری اور مردانگی ہے۔ لیکن ان میں پھنسا رہنا جہالت اور نادانی ہے۔ میں بھی اسی غرض کے لئے تیار ہو کر آ گیا ہوں۔"

جونہی شالی بھدر نے اپنے بہنوئی کی یہ کھری کھری باتیں سُنیں۔ اس کے دل پر جو پردہ تھا وہ دُور ہو گیا۔ وہ بھی فوراً اس کے پاس آ گیا۔ اور اپنی تمام دولت اور گھر بار چھوڑ کر اپنے بہنوئی کے ساتھ بھگوان مہاویر کے قدموں میں جا پہنچا۔ دونوں نے بھگوان سے دیکشا دیئے جانے کی درخواست کی۔ اور بھگوان نے قبول فرمائی۔ لاکھوں کروڑوں کا مالک

شالی بھدر اب دُنیا کی ہر ایک چیز سے بے نیاز بیٹھا تھا۔ اس کے ارادہ نے ایک اور آتما کا بھی کلیان کر دیا۔ دو تو سیٹھ تپسیا میں مشغول ہو کر اپنا جیون سدھارنے لگے۔ بھگوان مہاویر اس کے بعد اس جگہ سے وہار کر گئے یعنی وہاں سے رخصت ہو کر کسی دوسرے مقام پر تشریف لے گئے۔

# دھن مُنی کو مکتی اور مُنی شالی بھدر کی سُورگ پراپتی

ایک بار پھر بھگوان مہاویر راج گرہ میں آئے۔ اس دفعہ مُنی دھن اور مُنی شالی بھدر ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے ایک مہینہ کا برت کیا ہوا تھا۔ جب برت کی میعاد پوری ہو چکی تو انہوں نے بھگوان مہاویر سے پُوچھا کہ وہ برت پارن کرنے کے لئے کہاں جائیں؟ تب بھگوان نے کہا کہ اس دن شالی بھدر کی ماتا سے ان کو ان پراپت ہو گا۔ اس لئے دو نو سادھو شالی بھدر کے مکان کی طرف گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بھگوان مہاویر کے منہ سے ہمیشہ سچی بات نکلتی ہے۔ اس لئے اور کہیں جانا ہی لاحاصل تھا۔ جب وہ وہاں پہنچے اور دروازہ کے اندر داخل ہونا چاہتے تھے تو سنتری نے روک دیا۔ اور کہا۔ مہاراج! آج شالی بھدر کی ماتا اور ان کا باقی سب پریوار بھگوان مہاویر، مُنی شالی بھدر۔ اور مُنی دھن کے درشنوں کے لئے جا رہا ہے۔ اس لئے آج آپ کو اس گھر سے ان جل نہ ملیگا۔ آپ کسی اور جگہ تشریف لے جائیے۔ یہ الفاظ سُنکر دونوں سادھو وہاں سے لوٹ آئے۔ اور انہیں ایک گوجری ملی۔ یہ گوجری راج گرہ کو دُودھ دہی بیچنے جا رہی تھی۔ جونہی اس گوجری نے شالی بھدر کو دیکھا تو اس کے دل میں محبت کا جذبہ اُمڈ آیا۔ اور وہ اسے کچھ دودھ دہی دینا چاہتی تھی۔ اس لئے ان دونوں سادھوؤں کو بلایا۔ اور دودھ پینے کی التجا

کی ۔ ان دونوں نے منظور کر لیا ۔ اور اس گوجری کے پاس سے دودھ دہی لیکر بھگوان مہاویر کے پاس لوٹ آئے ۔ وہاں پہنچ کر منی دھن نے بھگوان مہاویر سے کہا " مہاراج ! ہم شالی بھدر کی دنیا وی ماں سے ان جل لینے گئے تھے لیکن ان جل ملنا تو ایک طرف رہا ۔ وہاں تو ہم کو اندر بھی کسی نے نہ گھسنے دیا ہمیں تو سنتری نے دروازے سے ہی واپس کر دیا ۔ وہاں سے جب واپس لوٹ رہے تھے تو ایک گوجری نے ہم پر ترس کھا کر ہمیں کچھ دودھ دہی کھانے کو دیا ۔ یہ سُنکر بھگوان مہاویر نے کہا ۔ کہ اے منیو ! کسی غلط فہمی میں نہ رہنا جو گوجری آپ کو ملی تھی وہ شالی بھدر کی ماں ہی تھی ۔ اس کے بعد بھگوان مہاویر نے شالی بھدر کے سابقہ جنم کے واقعات سنائے اور نیز اس کی ماتا کا حال سنایا ۔ ان دونوں نے وہ واقعات بڑے دھیان سے سُنے ۔ تو بھگوان کی سرو گیتا کی تعریف کرنے لگے ۔ اس کے بعد دونوں سادھوؤں نے برت پارن کیا ۔ اور پھر بھگوان مہاویر کی آگیا سے پاس کی پہاڑی پر "سنتھارا" برت لینے کے لئے چلے گئے ۔ سنتھارا برت کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آدمی ایک خاص حالت میں لیٹ کر تپسیا کرتا کرتا اور خاص نیموں کا پالن کرتا کرتا اپنے جیون کو سماپت کر لیتا ہے ۔ تاکہ اس کو پرلوک میں اچھی گتی پراپت ہو ۔

جونہی وہ دونوں سادھو بھگوان کی اجازت لے کر قریب کی پہاڑی پر سنتھارا برت کے لئے گئے ان کے تمام کے تمام رشتہ دار بھگوان مہاویر کے پاس آ پہنچے ۔ اور بڑے ادب سے پرنام کیا ۔ تب انہوں نے جتا دیا کہ آج ان کا برت پارن کرنے کا دن تھا ۔ وہ تمہارے گھر سے ان جل لینے گئے تھے ۔ لیکن سنتری نے ان کو دروازے پر سے ہی روک دیا ۔ اور واپس کر دیا ۔ وہ لوٹ آئے اور راستہ میں شالی بھدر کی پچھلے جنم کی ماں نے جو کہ اس جنم میں گوجری ہے ان کو دودھ دہی دیا ۔

اب وہ پاس کی پہاڑی پر سنتھارا برت کرنے چلے گئے ہیں۔"
بھگوان کی یہ بات سنکر ان سے رشتہ داران کو بڑا افسوس ہوا وہ اپنی قسمت کو کوسنے لگے اور اسی پہاڑی کی جانب گئے جدھر وہ سادھو گئے تھے۔ وہاں بھیکیان کو نمسکار کیا۔ لیکن سادھو تپسیا میں محو تھے۔ انہوں نے کوئی بات چیت نہ کی۔ تب بھدرا نے ان دونوں کو کہا "اے منیو! تمہارے ناطی تمہارے منہ سے ایک دو لفظ سننے کے لئے بڑے خواہشمند ہیں۔ اس لئے آپ کرپا کرکے ہم لوگوں پر دیا کی ایک درشٹی ڈالو۔ اور ہمیں یہ بھی بتاؤ کہ ہم اپنی دنیاوی زندگی کو کس طرح بہتر بنا سکتے ہیں۔" لیکن بھدرا کے ان محبت آمیز الفاظ کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ پہلے کی طرح خاموش رہے۔ اس لئے بھدرا اور دیگر رشتہ داران کو چھوڑ کر بالکل مایوسی کی حالت میں گھر لوٹے۔ اس برت اور تپسیا کا نتیجہ یہ ہوا کہ دھن منی کے تو چونکہ سارے کرم ختم ہو چکے تھے کچھ عرصہ بعد وہ مکتی پا گیا۔ اور شالی بھدر کو اس کی موت کے بعد سروارتھ سدھ ویمان میں جاکر پیدا ہوا یعنی سورگ پراپتی ہوئی۔ وہاں اپنی پاکیزہ زندگی بسر کرکے اسے دنیا میں پھر جنم لینا ہوگا۔ اور پھر مزید تپسیا وغیرہ کرکے وہ مکتی کا ادھیکاری بنے گا۔

## راجہ شرنیک کی تیرہ رانیوں کا سادھوی بننا

ایک دفعہ بھگوان مہاویر چمپا میں آئے جہاں راجہ کونک حکومت کرتا تھا جب مرحوم راجہ شرنیک کی تیرہ رانیوں نے بھگوان مہاویر کی آمد کی خبر سنی تو وہ ان کے سموسرن میں درشنوں کے لئے گئیں۔ بھگوان کے اپدیش کا ان تیرہ رانیوں پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ آن واحد میں ان کا رانی ہونے کا

گھمنڈ ٹوٹ گیا۔ ان کے اچھے کرم عود کر آئے۔ اور ان کے دل میں آتمک اُنتی کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے دیکشا لینے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے پتر کو نک کی آگیا لیکر انہوں نے سنیاس لے لیا۔ بھگوان مہاویر نے دیکشا دینے کے بعد آریا چندن بالا کے پاس بھیج دیا۔

# رانی کالی کا دیکشا لینا

بھگوان مہاویر وہار کرتے کرتے ایک بار پھر چمپا میں آئے۔ اب بھی راجہ کونک وہاں راج کرتا تھا۔ یہ بھگوان مہاویر کی دیکشا کا چھبیسواں سال تھا۔ راجہ کونک کی سوتیلی ماتا کالی نے بھگوان کی تشریف آوری کی خبر سُنی۔ اُس کا لڑکا کالی کمار ایک جنگ میں گیا ہوا تھا۔ اور اس کی کوئی خبر نہ آئی تھی۔ رانی بھگوان کی سیوا میں یہ بات دریافت کرنے کے لئے گئی کہ آیا اس کا بیٹا زندہ ہے یا نہیں؟ جب اس نے بھگوان سے سوال کیا۔ تو بھگوان نے فرمایا کہ اس کی روح تو دشمن کے پہلے تیر سے ہی پرواز کر گئی تھی۔ یہ سُنکر رانی غش کھا کر گر پڑی۔ اور جب ہوش آیا تو اس نے بھگوان سے پرارتھنا کی کہ اسے دیکشا دے دی جائے کیونکہ اب دُنیا میں اسے سوائے اندھیرے کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اس نے اپنے سوتیلے بیٹے کونک کی اجازت لیکر بھگوان مہاویر سے دیکشا پراپت کر لی۔ نو اور رانیوں نے بھی اسی طرح سے دیکشا حاصل کی۔

# راجہ کونک اور راجہ چیٹک میں جنگ

سچ کہا ہے۔ انسان کی حرص وآز ہی بعض دفعہ اس کی جان کی لاگو

بن جاتی ہے۔ رانی کالی کے تیز کالی کمار نے لالچ کے باعث ہی اپنی جان گنوائی انسان کی حرص سانپوں بچھوؤں اور بھوتوں سے بھی زیادہ خوفناک دشمن ہے۔ کیونکہ بھوت وغیرہ تو جیتے جی ہی انسان کی تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی حرص تو موت کے بعد بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

اسی حرص کے زیر اثر ہی کالی کمار اپنے سوتیلے بھائی کونک کی اکسا ہٹ پر جنگ کرنے کے لئے گیا تھا۔ کونک بڑا سیاہ دل تھا۔ اسے ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا۔ کہ کب میرا باپ مرے اور میں تخت پر بیٹھوں اور وہ ہمیشہ پرماتما سے اس کی موت کے لئے پرارتھنا کرتا تھا۔ بارہا تو اسے یہ بھی خیال آتا تھا کہ اپنے والد کو قید میں ڈال کر خود راج گدی سنبھالے کونک کے دس بھائی اور تھے۔ اس نے ان کو بلایا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے اپنا ناپاک ارادہ اُن سے ظاہر کیا۔ اس نے یہ بھی کہا۔ کہ باپ کو قید میں ڈالنے کے بعد وہ سلطنت کو گیارہ برابر حصوں میں بانٹ دیگا۔ اور ہر ایک بھائی کو ملا، تیر، وغیرہ کے ایک ایک حصہ دیگا۔ وہ سب لالچ میں آ گئے۔ چنانچہ کونک نے پلید ارادہ کو عملی جامہ پہنا دیا۔ یعنی اپنے باپ کو قید میں پھینک دیا۔ اور ساری سلطنت پر مسلط ہو گیا۔ ایسا کرنے کے بعد وہ فوراً ہی ماں کے قدم چھونے کے لئے گیا۔ لیکن وہ اپنے بیٹے کی کمینی حرکت پر بڑی ناراض تھی۔ اور اس نے اس کو اس ذلیل کاروائی کے باعث سخت لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا "اے بیٹے! تم نے اپنے باپ کی محبت اور احسانات کا کیا اچھا بدلہ دیا ہے۔ کیا اسی کا نام فرمانبرداری اور تابعداری ہے؟ تمہارے باپ نے اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر سدے دُکھ اُٹھا کر تمہاری پرورش کی۔ جو کچھ تم آج ہو۔ یہ اسی کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔ اس کے ایک ایک انگ سے تم نکلے ہو۔ اس کا خون تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ اے نالائق بیٹے! تمہیں علم نہیں کہ جب تم پیدا ہوئے تھے اور

تمہیں دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ تھی۔ تو میں نے تکلیف کے باعث تمہیں پھینک دیا تھا۔ اور یہ تمہارا باپ ہی تھا جس نے تمہیں اٹھایا۔ اور تمہاری حفاظت کی۔ اس نے خود تمہاری پرورش کی۔ اپنی ذاتی نگرانی میں تمہیں پالا۔ اور پال پوس کر تمہیں پورا آدمی بنایا۔ آج جو تم جیتے ہو آج جو تمہاری روح اور جسم اکٹھے ہیں۔ یہ تمہارے باپ کی ہی مہربانی ہے ورنہ تم آج دنیا میں موجود ہی نہ ہوتے۔ میرے بیٹے! اگر تم کو واقعی زندگی کی کچھ قدر ہے۔ تو تم اسی لمحے چلے جاؤ۔ اپنے باپ کو آزاد کرو۔ اور اس کے پاؤں کی خاک اپنے سر اور ماتھے پر لگاؤ۔ جو گھور پاپ جو گناہ کبیرہ تم سے سرزد ہوا ہے اس کا اور کوئی کفارہ نہیں۔"

اپنی ماں کے یہ جادو بھرے الفاظ سنکر کوناک کانپنے لگا۔ وہ فوراً اٹھا اور باپ کو آزاد کرنے کے لئے چلا۔ اس نے ایک تیز کلہاڑی اپنے ہاتھ میں لے لی تاکہ اپنے ہاتھ سے باپ کی بیڑیاں کاٹ ڈالے۔ جب باپ نے اس کو کلہاڑی لیکر آتے دیکھا۔ تو اس نے سمجھا کہ اب مجھے وہ قتل کرنے کے لئے آرہا ہے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ محض قید کرنے سے اس کی تشفی نہیں ہوئی۔ اور اس لئے اب وہ مجھے ختم ہی کر دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ لالچی آدمی کوئی بھی پاپ کرنے سے نہیں ڈرتا۔ راجہ شرینک ایک معزز اور عظیم ہستی تھی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ انسان کی عزت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ یہی سب سے افضل دولت ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کے ہاتھوں ایک ہتک تو برداشت کرلی تھی۔ لیکن اب زیادہ بےعزتی سہنے کو تیار نہ تھا۔ اس نے سمجھا کہ بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہونے کی بجائے تو خود مرجانا ہی بہتر ہے۔ اس کی ضمیر نے اسے ملامت کی۔ اور اسے خیال آیا۔ کہ بےانصافی اور ظلم و تعدی کسی صورت میں بھی کسی وقت کسی انسان سے بھی برداشت نہیں کرنا چاہیئے خواہ وہ رشتہ دار ہو یا غیر۔ خواہ دوست ہو یا دشمن۔ خواہ راجہ

ہو یا پرجا۔ خواہ کوئی اعلیٰ ہو یا اسفل۔ خواہ وہ سادھو ہو یا دُنیادار۔ جو انسان ظلم و تشدد اور بے انصافی برداشت کرتا ہے۔ وہ ظالم سے بھی زیادہ پاپی ہے۔ ایک بہادر آدمی کبھی ماتحت یا غلام بنکر نہیں رہ سکتا۔ جونہی یہ خیالات یکے بعد دیگرے اس کے دل میں آئے۔ راجہ نے اپنے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ یکایک اسے یاد آگیا۔ کہ اس کی انگوٹھی میں ایک ہیرے کا نگینہ ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی انگوٹھی اتار لی۔ اس میں سے ہیرے کی کنی نکال لی۔ اور اپنے بیٹے کے آنے سے پیشتر ہی اسے کھا گیا۔ ہیرا اندر جاتے ہی زہر نے اپنا اثر دکھایا۔ اور شرینک کی روح اس کے قالب سے پرواز کر گئی۔ جب کونک وہاں پہنچا تو اس نے اپنے باپ کو مردہ پایا۔ کونک اپنی نالائقی پر بہت پچھتانے لگا۔ اور اس بات کا اس کے دل پر اتنا زیادہ اثر ہوا۔ کہ اس نے اپنی راجدھانی راج گرہ سے چمپا نگری میں بدل لی۔

کونک نے اپنے وعدہ کے مطابق سلطنت کو سب بھائیوں میں بانٹ دیا۔ کونک کا ایک بھائی بہل کمار اس کے پاس ہی رہتا تھا۔ اس کے باپ نے اسے ایک بہت خوبصورت ہاتھی اور اٹھارہ لڑیوں کا ایک قیمتی موتیوں کا ہار دیا تھا۔ کونک اپنے بھائی سے یہ دونوں چیزیں چھیننا چاہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ جب وہ راجہ بنا تھا تو لوگ اس سے کہتے تھے۔ کہ تیری سلطنت اس بارات کی سی ہے جس کا دولہا کوئی نہ ہو۔ یا اس جسم کی سی ہے جس میں جان نہ ہو۔ کیونکہ ہاتھی اور ہار تو دونوں تمہارے بھائی بہل کمار کے پاس ہیں۔ ایک دفعہ کونک کی رانی نے بھی لوگوں کی یہ بات سُنی اور اس نے اپنے پتی کو اُکسایا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے دونوں چیزیں حاصل کرے۔ کونک پہلے تو ان چیزوں کو لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن جب اس کی رانی نے بھی اسے اُکسایا۔ تب اس نے یہ دونوں چیزیں چھین

لینے کا تہیہ کر لیا۔ ایک دن اس نے اپنے بھائی بہل کمار سے وہ دونوں چیزیں مانگیں۔ لیکن اس نے کہا۔ یہ چیزیں مجھے پتاجی نے دی تھیں۔ نیز پتاجی نے باقی سب بھائیوں کو بھی دوسری قیمتی چیزیں دی تھیں۔ اگر وہ بھی اپنی چیزیں واپس دینے کو تیار ہیں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اگر آپ صرف میری ہی چیزیں لینے کے درپے ہیں۔ تو میں ان چیزوں کو دینے سے انکار کرتا ہوں۔ آپ راجہ ہیں اور آپ کے پاس طاقت ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنی شاہی طاقت سے یہ چیزیں مجھ سے زبردستی لے سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ ایسی کاروائیاں راجاؤں کی شان کے خلاف ہیں۔ آپ کو اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ اور یہ بات بھول نہ جانا چاہیے کہ راجہ کی بے انصافی کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ اگرچہ مجھے آپ سے یہ الفاظ کہنے واجب نہیں۔ لیکن آپ کی بہبودی اور آپ کی سلطنت کی قائمی کے خیال سے ہی میں یہ باتیں کہنے کی دلیری کر رہا ہوں۔ اور آپ کے بھلے کی بات کہہ رہا ہوں تاکہ آپ بے انصافی کے گڑھے میں گر کر نقصان نہ اٹھائیں۔ اگر باوجود ان باتوں کے بھی آپ میرا ہاتھی اور ہار چھینے سے باز نہیں رہ سکتے۔ تب پہلے دوسرے بھائیوں کی مجھے بھی سلطنت کا حصہ دے دیجیے۔ اور پھر آپ میری چیزوں کی طرف رغبت فرمائیے۔

کونک اپنے بھائی کی باتوں کو خاطر میں نہ لایا۔ اس نے تو ایک ہی سبق پڑھا ہوا تھا کہ جو جی میں آئے یا جس چیز پر جی آ جائے اس کو ضرور حاصل کرنا۔ اُسے انصاف یا بے انصافی، مناسب یا غیر مناسب۔ شایاں یا غیر شایاں کا سوال ہی نہ سوجھتا تھا۔ کونک نے اپنے بھائی پر پھر زور دیا۔ کہ وہ ہاتھی اور ہار اسے خود دے دے۔ بہل کمار چونکہ کونک کے ساتھ ہی ساتھ رہتا تھا۔ وہ اسے اپنا دشمن نہ بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے نانا

ویشالی کے راجہ چیٹک کے پاس پہنچا۔ جونہی کونک کو اس بات کا علم ہوا۔ اس نے راجہ چیٹک کو خط لکھا۔ کہ بہل کمار میرا بھائی تمہارے پاس اپنا ہاتھی اور ہار لیکر آیا ہے اسے بمعہ ان دو چیزوں کے واپس بھیج دیں۔ آگے سے راجہ چیٹک نے جواب دیا۔ کہ اگر آپ بہل کمار سے ہاتھی اور ہار لینا چاہتے ہیں تو اس کی سلطنت کا حصہ اسے باقی بھائیوں کی طرح دے دو۔ اگر آپ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں تو ان چیزوں کو لینے کا آپ کا کوئی حق نہیں۔ یہ جواب پڑھ کر کونک کے تن بدن میں آگ لگ اٹھی۔ اور اس نے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یہ سوچکر اس نے اپنے باقی دس بھائیوں کو فوجیں آراستہ کرنے کا حکم دیدیا۔ ہر ایک بھائی کے پاس تین ہزار ہاتھی تین ہزار رتھ اور تین کروڑ پیادہ فوج تھی۔ کونک کی فوج بھی اسی قدر تھی۔ پس کونک ۳۳ ہزار ہاتھی ۳۳ ہزار گھوڑے ۳۳ ہزار رتھ اور ۳۳ کروڑ فوج لیکر میدان جنگ میں پہنچا۔ یہ میدان ویشالی کے نزدیک تھا۔ ادھر سے راجہ چیٹک نے بھی تیاری کی۔ اس نے بھی کئی دیگر راجاؤں مثلاً کاشی اور کوشل کے راجاؤں کو مدد کے لئے بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان کو لڑائی کی وجہ مفصل طور سے بتائی گئی۔ ہر ایک بات کا خیال کر کے ان راجاؤں نے کہا۔ "اے راجن! ہم جینی ہیں اور ہم اہنسا کے اصول کو ماننے والے ہیں۔ لیکن یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ اہنسا بزدلوں کا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بہادروں کا عقیدہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی ڈاکو یا لٹیرا ہماری دولت لوٹنے آتا ہے یا ہماری سلطنت پر حملہ کرتا ہے یا ہماری رعایا پر حملہ آور ہوتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اسے سبق سکھایا جائے کیونکہ اہنسا بغیر بہادری کے برقرار نہیں رکھی جا سکتی۔ جو آدمی خاموشی سے بے انصافی یا دنیا ئے کو برداشت کر لیتا ہے وہ اہنسا کا ماننے

والا نہیں کہا جا سکتا۔ اس موقع پر ہماری طرف سے پہل نہیں کی جا رہی اپنا بچاؤ یا خود حفاظتی کرنا ہنسا نہیں کہلاتا۔ کوئی گرہستی آدمی اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ نیز ہم راجے ہیں اور راجاؤں کے فرائض ادا کرنا ہمارا دھرم ہے۔ بدمعاش کو سزا دینا کرتویہ ہے۔ ایسا کرنا جین دھرم کے اصولوں کے خلاف نہیں۔ ہم کشتری ہیں۔ ظالم کو سزا دینا اور بھلے آدمیوں کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ خواہ اس میں ہماری جان ہی کیوں نہ جائے۔ پہل کمار کی حفاظت کرنا ہمارا دھرم ہے اس لئے ہر حالت میں ہم اس کی اور اس کی دولت کی رکشا کریں گے جب یہ فیصلہ ہو گیا تو انہوں نے جنگ کے لئے اپنی فوجیں تیار کر لیں۔ راجہ چیٹک سمیت اس طرف ۱۹ راجے تھے۔ ایک ایک راجے کی فوج مخالف کے ایک ایک راجے کے برابر تھی۔ پس ان کی جانب ۵۷ ہزار ہاتھی، ۵۷ ہزار گھوڑے، ۵۷ ہزار رتھ اور ۵۷ کروڑ فوج تھی۔ راجہ چیٹک نے اب میدان جنگ میں قدم جما لیا۔ اور اپنی فوج کو شنکٹ روپ میں کھڑا کیا۔ راجہ کونک نے اپنی گرڑ روپ میں کھڑی کی۔

جنگ شروع ہو گئی۔ یہ جنگ اخلاقی قوانین کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کی گئی۔ سپاہی سپاہی آپس میں جُٹتے تھے۔ رتھی رتھی آپس میں ٹکراتے تھے۔ سوار سوار سے بھڑتے تھے تیرانداز۔ تیرانداز کے بالمقابل ڈٹتا تھا۔ شمشیر زن دوسرے شمشیر زن کے آگے آتا تھا۔ زمانہ سلف میں بھارت کے تمام جنگ دھرم اور اخلاق کے اصولوں پر لڑے جاتے تھے۔ اور دونوں فریق ان اصولوں کو مدنظر رکھتے تھے اس جنگ میں ان سارے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا۔ جنگ بڑے شد و مد سے شروع ہوئی۔ لیکن آخری تین دن تو دونوں فریق

کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوئے۔ ان تین دنوں میں ہر ایک سپاہی جان توڑ کر لڑا۔ حسبِ معمول بزدل تو میدانِ جنگ سے دُم دبا کر بھاگ رہے تھے۔ لیکن بہادر لوگ اپنی پوری طاقت سے لڑ رہے تھے۔ کیونکہ ان کو خیال تھا کہ اگر جیت گئے تو کیرتی ہوگی اور اگر مارے گئے تو سورگ کی پراپتی ہوگی ان تین دنوں میں لوٹے دو کروڑ سے زیادہ آدمی کھیت رہے۔ کونک کے دسوں بھائی بھی کام آئے۔ جب یہ خبر کونک کو پہنچی تو اس کا دل کانپنے لگا۔ اس نے پھر اندر سے مدد مانگی۔ اور دوبارہ فوج کشی کر کے فتح پائی لیکن پھر بھی اسے اپنی مطلوبہ اشیا نہ ملیں۔ کیونکہ ہاتھی تو جل گیا تھا اور ہار وہ دیوتا واپس لے گیا تھا جس نے ہار دیا تھا۔ چنانچہ باوجود جیتنے کے کونک۔ مایوسی سے ہاتھ ملتا ہوا واپس لوٹا۔ لالچ کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے۔

قارئین کو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اندر نے کونک کی مدد اس لئے نہیں کی تھی کہ وہ اس کے جنگ کے مقصد کو درست سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ ذاتی دوستانہ تعلقات کے باعث تھا۔ اور یہ تعلقات کسی سابقہ جنم میں قائم ہوئے تھے۔ ایسا جین شاستر لکھتا ہے۔

ایک اور بات بھی قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ ایک بڑا طاقتور شراوک ورن ناگ بھی راجہ چیٹک کی طرف سے جنگ میں شریک ہوا تھا۔ اسے آتمک گیان کی سب باتیں معلوم تھیں۔ اور وہ اپنے دھرم میں اتنا پکا تھا کہ دیوتا تک بھی اس کی دھرم کریا میں مخل نہ ہو سکتے تھے۔ جس دن سے وہ جین دھرم میں آیا تھا۔ وہ بیلا برت باقاعدگی سے کرتا تھا یہاں تک کہ لڑائی کے دنوں میں بھی اس نے یہ برت جاری رکھا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ جس دن جنگ میں مشغولیت کے لئے اسے بلایا گیا۔ اس دن اس نے برت پارن کرنا تھا۔ لیکن

وہ چونکہ ہارن نہ کرسکا۔ اس لئے اس نے "تیلا برت" یعنی تین دن کا برت شروع کر دیا۔ وہ میدان جنگ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ اور اس نے ثابت کر دیا کہ جین دھرم کے پیرو اہنسا کے سچے معنی جانتے ہیں۔ اس تاریخی مثال سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جین دھرم مال اور دھرم اور بال بچوں یا دیگر رشتہ داروں کی حفاظت ہر طرح سے کرسکتے ہیں۔ جین دھرم کا سچا پیرو اپنی ذاتی اغراض کے لئے دوسروں کی حفاظت کا بہانہ پیش کر کے نہیں لڑتا۔ برعکس اس کے اگر اس کا دشمن قصور وار ہونے کے باوجود چیلنج دے تو وہ اس کے ساتھ مردانہ وار لڑائی کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اور بزدلوں کی طرح میدان جنگ سے پیٹھ نہیں دکھاتا۔ یہ کئی اور جگہ بتلایا جا چکا ہے کہ جین سادھوؤں اور جین گرہستیوں کے فرائض جدا جدا ہیں۔ جین گرہستی کو بے جا ظلم برداشت نہ کرنا چاہیئے۔ اسے دھرم کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے ظالم کو پوری سزا دینی چاہیئے۔ اور اسے ظلم سے باز رکھنا چاہیئے۔ ہاں اسے خود پہل نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن خود حفاظتی کے لئے کبھی تامل نہ کرنا چاہیئے۔

# حقیقی عبادت

ابن آدم کے لئے ہے اک یہی راہ نجات
خدمت مخلوق ہے دنیا میں سچی بندگی
کام آجانا کسی انسان کے
درحقیقت ہے یہی بس اصلی راز زندگی
جس نے خدمت کو ہی سمجھا آب و تاب زندگی
تا ابد روشن رہی اس کی کتاب زندگی